eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

CC BY
OPEN ACCESS

ڈاکٹر سائرہ ارشاد
لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونی ورسٹی بہاول پور
فاطمہ صغیر
ایم ایس ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونی ورسٹی بہاول پور

Dr Saira Irshad **Email:** saira.irshad@gscwu.edu.pk
Lecturer Urdu Department, Government Sadiq College Women University, Bhawalpur.
Fatima Sagheer
MS Research Scholar, Urdu Department, Government Sadiq College Women University, Bahawalpur.

ش فرخ اور حمرا خلیق کی آپ بیتیوں میں مماثلات و امتیازات

SIMILARITIES AND DIFFERENCES IN THE AUTOBIOGRAPHIES OF SHEEN FARRUKH AND HAMRA KHALIQ

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i02.117

ABSTRACT

SheenFarrukh and Hamra Khaliq are among the prominent women writers of the 21st century. Sheen Farrukh's autobiography "Jeene Ka Juram" and Hamra Khaliq's autobiography "Kahan Kahan Se guzar gay" came to the fore. New thinking and concern can be estimated from the situations and events that happened in the lives of two contemporary women autobiography writers because both of them have the same commitment and also spent their educational period in college together. The important thing in these autobiographies is that both women highlight the ups and downs of life as well as the joys and sorrows of the stanzas. If we examine the two personalities, they saw a lot in their lives. In the autobiography, they presented scenes like partition, migration, and war. Although there is a contradiction in the personality of both, the study of their lives shows that a woman should be liberal (Sheen Farrukh) or domestic (Hamrah Khaliq), she gets a high position and status only after going through difficulties.

KEYWORDS

Similarities, Differences, Autobiographies, Sheen Farrukh, Humaira Khaliq, Lighthouse, Sarcasm, Curiosity, Expression

Received:01-Nov-22 **Accepted**: 20-Dec-22 **Online**: 30-Dec-22

نثری ادب میں آپ بیتی ایک مشہور صنف ادب ہے جس کے ذریعے مصنفین اپنی زندگی کے گردشِ ایام کو بدستور بیان کرتے ہیں، آپ بیتی نگار اپنی زندگی کے اُن واقعات و تجربات کا انتخاب کرتا ہے کہ جنہیں وہ دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہے یا جن کی اُس کی زندگی میں

خاص اہمیت رہی ہو۔ ریقیناً یہ انتخاب بہت مشکل ہے۔ اس لیے ایک عمدہ آپ بیتی وہی کہلاتی ہے جس میں یہ انتخاب جاندار ہو نیز آپ بیتی نگار کے وہ تمام حالات وواقعات موجود ہوں جس سے اُس کی زندگی کے بارے میں واقفیت مل سکے۔:

> "خود نوشت کی صورت میں فرد کو اپنی شخصیت سے باہر نکل کر غیر مطلق اور غیر جانبدار مبصر کی مانند مشاہدہ ذات کے عمل سے گزرنا ہوتا ہے۔"(۱)

کنفیوشس نے کہا تھا کہ صداقت انسان کو بڑا نہیں بناتی بلکہ انسان صداقت کو بڑا بناتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو انسان سے متعارف ہونے کے لیے اُس کی آپ بیتی سے تعارف حاصل کرنا ضروری ہے:

> "سچی آپ بیتی تو انکشاف ذات کا عمل ہے۔ اپنے آپ اور اپنے اپنائے جنس سے بھرپور تعارف کا عمل۔ جذبات کے ہزار رنگ تنوع میں بھی ایک درجے میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔"(۲)

ش فرخ کا اصل نام شوکت فرخ تھا۔ انھوں نے ۱۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو ساہیوال میں آنکھ کھولی۔ ان کے آباؤاجداد کا تعلق ضلع جالندھر سے تھا۔ ش فرخ نے تمام عمر خود کو صحافت کے ساتھ وابستہ کیے رکھا۔ ش فرخ کی تخلیقات میں نئی دنیا پرانی دنیا (سفر نامہ)، اواگون (سفر نامہ)، زرخیز پتھر (سفر نامہ)، گھومتا پہیہ (سفر نامہ)، وہ جارہا ہے کوئی (تعزیتی کالم)، ماحولیات قانون اور ہم (تحقیق)، فصیلوں کے اُدھر (مضامین)، پرزے (کالم)، کاری زخم (کہانیاں)، مدار (سوانحی ناول) اور جینے کا جرم (آپ بیتی) شامل ہیں۔ شوکت فرخ ۱۷جون ۲۰۲۱ء کو خالقِ حقیقی سے جاملیں۔

حمرا خلیق کا اصل نام فردوس حمرا ہے۔ وہ ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئیں۔ ان کے خاندان نے ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء میں ہجرت کی۔ حمرا خلیق مثر گاں تو کھول (افسانے)، عورت، گھوڑا اور سمندر (انشائیے)، خدا، میں اور تم (مقالات)، بادلوں کی اوٹ سے (افسانے)، گوشہ دل (خاکے)، مشرق و مغرب کے افسانے (ترجمہ)، نمکین چائے اور باقرخانیاں (ترجمہ)، کبوتروں کی پرواز (ترجمہ)، سنجوگ (ترجمہ)، طالبان کے دیس سے فرار (ترجمہ)، دیس دیس کی کہانیاں (ترجمہ)، نشانہ (ناولٹ)، کہاں کہاں سے گزر گئے (آپ بیتی) کے علاوہ کئی ڈرامے لکھ چکی ہیں۔

ش فرخ کی طرح حمراء خلیق بھی اکیسویں صدی کی بہترین ناول اور افسانہ نگار ہیں۔ ش فرخ کی آپ بیتی "جینے کا جرم" اور حمرا خلیق کی آپ بیتی "کہاں کہاں سے گزر گئے" کے ذریعے عہد جدید کی دو ہم عصر خواتین آپ بیتی نگاروں کی زندگی میں پیش آنے والے حالات وواقعات سے نئی سوچ اور فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ دونوں کا عہد ایک ہی ہے اور کالج میں تعلیمی دور بھی ایک ساتھ گزارا ۔بقول حمرا خلیق:

> "اس زمانے میں شوکت فرخ کسی دوسرے شہر سے ٹرانسفر ہو کر ہمارے کالج میں داخل ہوئیں، وہ بھی میری ہم جماعت تھیں۔ کچھ ہی دنوں میں وہ ہماری دوستوں کے حلقے میں شامل ہو گئیں وہ کافی ذہین اور بولڈ تھیں۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ غیر

نصابی سر گرمیوں میں بھی حصہ لینے لگیں۔"(۳)

ایک اچھی آپ بیتی کی سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ زندگی کے تمام اچھے اور برے حالات کی عکاسی کرے اسی طرح حمرا خلیق کی آپ بیتی "کہاں کہاں سے گزر گئے" اور ش فرخ کی آپ بیتی "جینے کا جرم" زندگی کے نشیب و فراز اور خوشی و غم کے تمام حالات پر روشنی ڈالتی ہیں۔

ش فرخ اور حمرا خلیق نے ملک کی بد حالی کو موضوع بنایا، جنگ کے حالات نہ صرف بیان کیے بلکہ لوگوں کے اس کے بارے میں احساس و جذبات کا ذکر بھی شامل ہے۔ دونوں خواتین آپ بیتی نگار نے تقسیم کی مشکلات، سنی و قادیانی فسادات، ۱۹۶۵ء کی جنگ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو اپنی آپ بیتیوں میں بیان کیا ہے۔

ش فرخ نے ۱۹۷۱ء کے دلگداز مناظر کو جیسا دیکھا ویسا ہی بیان کیا ہے۔ جنگ کے اثرات تو ہر فرد کے ذہن اور گھر پر اثر کرتے ہیں کسی کے گھر کی عزتیں پامال کی جاتی ہیں، کس کا ہنستا کھیلتا گھر بار ملبے تلے دب جاتا ہے۔ گلی محلے میں ہر طرف لاشیں بکھری ہوتی ہیں اور بارش کے پانی کے بجائے خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ ش فرخ نے نہ صرف ان حالات کو دیکھا بلکہ اس وقت سے گزری بھی ہیں:-

> "سن ۱۹۷۱ء کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔۔۔۔۔جنگ نے شہر کو سنسان کر دیا تھا۔۔۔اسی دوران شہر کے ممتاز صنعت کار شوکت فینسی کا لٹتا ہوا چہرہ دیکھا جن کا گھر بمباری میں تباہ ہو گیا تھا۔ ان کا چوکیدار مارا گیا۔ بچی کئی گھنٹے تک ملبے میں دبی رہی تھی۔ شہر شاہ علاقے میں پچھلی رات بمباری سے کئی گھر مسمار ہو گئے تھے وہاں مرنے والوں کے جسموں کے ٹکڑے، کپڑوں کے چیتھڑے، ملبے سے اٹھتی ہوئی گوشت اور خون کی باس۔ یہ میری رپورٹنگ کی شروعات تھی۔"(۴)

حمرا خلیق نے بھی اپنی آپ بیتی میں جنگی حالات کا ذکر کیا ہے کیونکہ ش فرخ کی طرح وہ بھی اس دور سے گزری ہیں۔ ان کی آپ بیتی میں قیام پاکستان کے بعد ہونے والی سماجی، معاشی اور معاشرتی بد حالی کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ان تمام حالات کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ آپ بیتیاں نہیں شہر آشوب ہیں۔ اسی طرح کی خوبی ہمیں ظہیر دہلوی کی آپ بیتی "داستان غدر" میں بھی نظر آتی ہے۔ جس میں مصنف نے نہ صرف سوانحی حالات بیان کیے بلکہ دلی اور شرفاء کی بد حالی کا منظر بھی تحریر کیا۔

ایک اچھی آپ بیتی میں مصنف نہ صرف اپنے بلکہ اپنی ذات سے جڑے ہر انسان کے بارے میں تاثرات سے آگاہ کرتا ہے۔ ماضی حال اور مستقبل سے جڑے تمام لوگ گرد و پیش نظر آتے ہیں۔ ش فرخ آپ بیتی میں زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو بیان نہیں کرتیں وہ اپنی ذات سے جڑے قریبی لوگوں کے نام لینے سے گریز کرتی ہیں، اپنے شوہر کا نام "م" لکھتی ہیں۔ اسی طرح تاریخ پیدائش بھی تحریر نہیں کرتیں۔ تعلیمی سلسلے کی بات کی جائے تو وہ اداروں کا تذکرہ تو کرتی ہیں مگر کس سن میں امتحان پاس کیا، اس بارے میں کوئی واضح موقف اختیار نہیں کیا جاتا۔ اپنی زندگی سے زیادہ آباؤ اجداد کے بارے میں تفصیل سے بتانا اچھی آپ بیتی کی نشانی نہیں ہوتی، کچھ اسی طرح کے حالات ابو کلام آزاد کی آپ بیتی "تذکرہ" میں بھی ملتے ہیں جو اپنی ذات سے زیادہ اپنے آباؤ اجداد کے حالات بیان کرتے ہیں، اس کے

بر عکس حمرا خلیق کی آپ بیتی "کہاں کہاں سے گزر گئے" میں وہ اپنی ذات کے تمام پہلوؤں کا باریک بینی سے اظہار کرتی ہیں۔ رشتہ داروں، دوستوں، چاہنے والوں کے علاوہ بچوں کے دوستوں تک کی تفصیل شامل کی گئی ہے تاہم سبوحہ جان اس بارے میں اختلاف رکھتی ہیں:

"میری نظر میں ان کی کتاب واقعات سے زیادہ کرداروں کی کتاب ہے۔ کردار اور عجیب وغریب، مگر مضبوط۔۔"(۵)

کرداروں کی بھرمار کے باوجود حمرا خلیق آپ بیتی کو ایک منفرد رنگ دیتی ہیں کہ پڑھنے والوں کو ان کی زندگی کے تمام ترنشیب و فراز سے واقفیت ملتی ہے جبکہ ش فرخ نہ کسی اہم واقعے کے سن اشاعت اور اپنے خاندان کے مکمل نام بتانے سے گریز کرتی ہیں۔ ان کی آپ بیتی میں جو خاص بات دیکھنے کو ملتی ہے وہ ملک کے سیاسی حالات ہیں۔ جب انہوں نے صحافت میں قدم رکھا تو وہ اپنے پیشے کے ساتھ وفاشعار نظر آئیں اور آخر تک اس ذمہ داری کو نبھاتی رہیں۔ وہ اپنے دور میں آنے والی تمام سیاسی حالات سے قارئین کو آگاہ کرتی ہیں۔

ش فرخ بعض سیاستدانوں کو پسند کرتی ہیں اور مثبت انداز میں ان کا تعارف کراتی ہیں اور بعض کو وہ ناپسند کرتی ہیں تلخ اور ڈھکے چھپے انداز سے ان کے بارے سے لکھتی ہیں، مگر پڑھنے والوں کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ ایسی خصوصیت ہمیں اردو میں ایک مکمل آپ بیتی کا سحر لیے ہوئے رضا علی کی "عمال نامہ" میں بھی نظر آتی ہے جو تمام فنی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ادبی ذوق اور سیاسی شعور کا مرکب ہے۔ حمرا خلیق کی آپ بیتی کا جائزہ لیں تو وہ سیاست سے بیگانگی اختیار کرتے ہوئے کوئی خاص سیاسی حالات بیان نہیں کرتیں:

"ابھی تو اپنے حالات اور اپنی ذات سے جنگ کرتے کرتے تھک کر میں نے ایک امن راستے پر چلنے کی ابتداء کی تھی، ۱۹۷۱ء میں ایک بار پھر ہندوستان اور پاکستان کی جنگ چھڑ گئی۔"(۶)

اس اقتباس سے واضح ہے کہ وہ ہندوپاک کے سیاسی معاملات کی وجہ سے بے حد متاثر تھیں اور اسی وجہ سے انہیں سیاست سے کوئی لگاؤ نہیں تھا بلکہ سیاست محض ذہنی پیچیدگی کا نام ہے جو انسان کو تھکا دیتی ہے۔ ش فرخ اپنی آپ بیتی میں اپنے بچپن سے لے کر آخر تک کہ واقعات بیان کرتے ہوئے مکمل آگاہی فراہم نہیں کرتیں:

"وقت گزرتا گیا۔۔۔۔ مجھے مطلع کیا گیا" میں دفتر کے کام سے ملتان جارہا ہوں، تم وہاں آجاؤ پھر اکٹھے کراچی آجائیں گے۔" سارے غم بھول گئے۔ خود کو ملازمت کی دوسرے کی مجبوری سمجھنے سے عاری ہو۔ خواہ مخواہ وہموں، شک وشباہت جیسی آرائشوں میں مبتلا ہو جاتی ہو۔ ملتان پہنچ گئی۔"(۷)

ایسی آپ بیتی کو مکمل آپ بیتی نہیں کہا جاسکتا۔ اُردو ادب میں اس کی مثال حکیم احمد شجاع کی "خون بہا" ہے۔ جس میں انھوں نے اپنی زندگی کے مختلف حالات وواقعات رقم کیے ہیں مگر ایک تشنگی کا احساس قائم رہتا ہے۔ حمرا خلیق کی آپ بیتی میں زندگی کے تمام حالات وواقعات میں بچپن سے لے کر جوانی وبڑھاپے تک کے سفر کی عکاسی کی گئی ہے:

"اس پوری کتاب میں واقعات، حالات اور افراد جن کا ذکر کیا گیا ہے، وہ سب آپس میں اس طرح سے جوڑے گئے ہیں کہ

قاری جب ایک بار کتاب کو پڑھنے بیٹھتا ہے تو پھر اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ کتاب اُسے مسلسل اور آگے پڑھنے کی طرف مائل کرتی رہتی ہے۔"(۸)

آپ بیتی نگار کو چاہیے کہ وہ حالات و واقعات میں من گھڑت باتوں سے پرہیز کرے۔ یہ خوبی ہمیں ش۔ فرخ اور حمرا خلیق دونوں کی آپ بیتیوں میں نظر آتی ہے۔ وہ تمام تر حالات و واقعات کو پوری ایمانداری سے بیان کرتی ہیں جس میں بچپن کے قصے، جوانی کی مشکلات، شادی شدہ زندگی، ملازمت، معاشی مشکلات اور بڑھاپے میں اکیلے رہ جانے کا دکھ شامل ہے:

"خدا جانے تقدیر اب کہاں لے جائے گی۔ ہمارے زندگی وہ کشتی تھی جو سمندر کے پانی کی لہروں کے ساتھ ساتھ ادھر اُدھر ڈولتی رہتی تھی۔ اگر اتفاق سے کچھ وقت کے لئے کسی کنارے پر لگ بھی جاتی تو چند لمحوں میں کوئی تھپیڑا آکر اسے پھر سے بیچ سمندر میں پھینک دیتا تھا۔"(۹)

حمرا خلیق اپنے بچپن کے آسائشوں، جوانی کی مشکلات یہاں تک کہ سر پر چھت نہیں، کھانے کو روٹی نہیں اور دوسروں کی محتاجی کو بھی تحریر کرتی ہیں۔ ان مشکلات کو بیان کرنے میں وہ شرم محسوس نہیں کرتیں اور نہ ہی حالات کا مقابلہ کرتی دکھائی دیتی ہیں نیز ساتھ وہ اپنی ازدواجی زندگی کی دھوپ چھاؤں کو بہت خوبصورتی سے قلم بند کرتی ہیں۔ اسی طرح ش فرخ اپنی ازدواجی زندگی کی ناکامی کو واضح طور پر بیان کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے شریکِ حیات کی دھوکہ دہی اور اس سے مار کھانے تک کو بیان کرنے میں وہ شرم محسوس نہیں کرتیں اسی طرح ش۔ فرخ سگریٹ نوشی کی عادت کو نہایت بے باکی سے قبول کرتی ہیں۔۔ ادب میں ہمیں یہ مثال ہوش بلگرامی کی آپ بیتی "مشاہدات " میں نظر آتی ہے جس میں انھوں نے حقیقت نگاری سے کام لیا:

"خود نوشت سوانح حیات ادب کی وہ تخلیقی صنف ہے جو کسی فرد واحد کی زندگی کے اہم ادوار پر محیط ہوتی ہے اور اس کے قلم کی رہن منت ہوتی ہے" (۱۰)

ش فرخ نے اپنے سوانحی حالات کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا بلکہ وہ نجی زندگی سے زیادہ پیشہ ورانہ و صحافتی حالات وضاحت سے بیان کرتی ہیں۔ وہ اپنے پیشے سے بے پناہ محبت کرتی ہیں ان کی زندگی کا واحد مقصد صحافت ہے۔ یہ صورت حال سید ذوالفقار علی بخاری کی آپ بیتی "سرگزشت" میں نظر آتی ہے کہ انھوں نے اپنے سوانحی حالات سے زیادہ اپنی ریڈیو کی ملازمت کو پیش نظر رکھا ہے اور اسی حوالے سے تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ حمرا خلیق ملازمت ضرور کرتی ہیں مگر اپنی ذاتی زندگی سے انہیں گہرا لگاؤ ہے۔ بقول زاہدہ حنا:

"انہوں نے اپنے بیٹوں، بہوؤں اور اپنی اگلی نسل کو دل کھول کر یاد کیا ہے۔"(۱۱)

حمرا خلیق اپنے جاننے والوں میں چاہے وہ ان کے اپنے دوست ہوں، بچوں کے یا گھر میں کام کرنے والے ملازم سب سے تعلقات کو بیان کرتی ہیں، بالخصوص وہ اپنے شریکِ حیات کا ذکر خاصی باریکی سے کرتی ہیں۔ اردو ادب میں یوسف حسین خان کی آپ بیتی "یادوں کی

دنیا" میں اسی طرح کے خد و خال ملتے ہیں:

"انسان اپنے جن تجربات کو فراموش کر چکا ہوتا ہے در حقیقت وہ بھولے نہیں ہوتے بلکہ وقتی طور پر اس کے شعور کے نیچے دبے ہوئے ہوتے ہیں۔"(۱۲)

ش فرخ نہایت بے باکی سے اپنی عشق کی داستان آپ بیتی میں لکھتی ہیں وہ ایسا کرتے ہوئے کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس کرنے کی بجائے محبت کی شادی میں ناکامی کو بھی تلخ اور طنزیہ انداز میں پیش کرتی ہیں۔ ایک عورت ہونے کے ناطے اپنی زندگی کی ایسی تلخ سچائیوں کو بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ ایسی ہی مثال جوش ملیح آبادی کی آپ بیتی "یادوں کی بارات" میں موجود ہے کہ وہ اعتراف گناہ اور اپنی عشقیہ زندگی کا خلاصہ بڑے بے باک انداز سے کرتے ہیں۔ اس کے برعکس حمرا خلیق کی آپ بیتی میں ایسا انداز بالکل نظر نہیں آتا۔ وہ کسی بھی ایسے واقعے کو تحریر نہیں کرتیں، جس کے بارے میں اسے لگتا ہے کہ لوگوں کو بے خبر رکھنا چاہیے۔ "شہر نگاراں" میں سبط الحسن برصغیر کی بہت سی اہم شخصیات کا تعارف کراتے ہیں اسی طرح ش فرخ اپنی آپ بیتی میں بہت سے مشہور اور ادبی و سیاسی شخصیات کا تعارف کراتی ہیں جبکہ حمرا خلیق اپنی آپ بیتی میں ادبی و سیاسی شخصیات کے بارے میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتیں۔

ش فرخ اور حمرا خلیق کی آپ بیتیوں میں زبان عام فہم اور سادہ ہے کہ پڑھنے والے کو کہیں بھی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ اسلوب کی خوبصورتی آپ بیتی کی خامیوں کو کم کر دیتی ہے، اس کی مثال "میری داستانِ حیات" غلام جیلانی برق کی آپ بیتی ہے جس میں نامکمل سوانحی حالات کے باوجود اپنے سادہ اور ادبی اسلوب کے باعث قارئین کی دلچسپی کا باعث بنی۔

حمرا خلیق نے اپنی آپ بیتی میں بچپن سے لے کر اب تک کے حالات نہایت سلیقہ سے پیش کئے ہیں کہ ہمیں ان کی ذاتی زندگی کے حوالے سے کوئی تشنگی نہیں رہتی جس طرح ادا جعفری کی آپ بیتی "جو رہی سو بے خبری رہی" میں ہمیں ان کے بچپن سے آخر تک کے واقعات بدستور ملتے ہیں۔ اس خودنوشت کو "مینارِ نور" قرار دیا جا سکتا ہے۔ ش فرح کی آپ بیتی میں ذاتی زندگی سے زیادہ اپنے پیشہ ورانہ زندگی کی معلومات شامل ہیں۔ فن پارے میں مناظر محض فطرت سے نہیں جڑے ہوتے بلکہ آنکھوں دیکھا حال یا خود پر گزرا کوئی اہم واقعہ بھی منظر نگاری کے پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔ ش فرخ کے برعکس حمرا خلیق کے یہاں منظر نگاری فطرت کے حسین مناظر کی عکاسی ہے۔ حمرا خلیق نے لندن کی گلیوں، درختوں اور سڑکوں کی سادہ انداز میں عکاسی کی ہے:

"لندن سے ویلز کا راستہ بے حد خوبصورت تھا۔ دو طرفہ خوبصورت اور سرو قد درختوں کے درمیان اس خوبصورت راستے کا سفر آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے۔ کہیں کہیں تو دونوں جانب کے درخت سڑک کے اوپر اس طرح آپس میں مل جاتے جیسے کسی نے ان کو باقاعدہ ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر سایہ بنایا ہو۔" (۱۳)

ش فرخ اور حمرا خلیق دونوں کے ہاں زبان کی شائستگی اور اسلوب خاص ترتیب سے ملتا ہے۔ ش فرخ ایک نڈر خاتون تھیں، ان کی آپ بیتی میں تلخ و طنزیہ اندازِ بیان ملتا ہے:

"اڑتالیس سال بعد۔۔۔ پولیس غریبوں پر مسلسل زیادتی کرتی ہے۔ پولیس بدستور رشوت لیتی ہے۔ تھانے میں رپورٹ لکھوانا یا شکایت درج کروانا آسان کام نہیں۔ نااہل اور بدعنوان پولیس کے اہلکار اپنی پیٹیاں پہنے پھرتے رہتے ہیں۔ ان کی ترقیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔"(۱۴)

حمرا خلیق کا انداز بیان سادہ ہے۔ وہ ش فرخ کی طرح بے دھڑک ہونے کی بجائے ڈھکی چھپی بات کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ معاشرے پر طنزیہ سچائی کا آئینہ بھی ش فرخ کی طرح کھلم کھلا اظہار نہیں کرتیں۔ ش فرخ کی آپ بیتی میں واحد متکلم کے ساتھ سوالیہ انداز بھی اپنایا گیا ہے۔ انھوں نے واحد متکلم کا استعمال دراصل معاشرے کی حقیقت سے پردہ اُٹھانے کے لیے کیا ہے اور خود پر گزری بُری یاد کے پس منظر میں یہ بتایا ہے کہ کیسے ایک عورت کو آزانہ اور خود مختار زندگی گزارنے کا حق نہیں ہے:

"ان تمام دنوں میں مَیں اپنے اندر کے یقین کے باوجود یہ سوال کرتی رہی کہ میرا کیا قصور تھا جو ایک کرائے کا قاتل پستول لئے مجھے مارنے آ گیا تھا؟ مجھے اپنے اس سوال کا جواب بھی نہیں ملا کہ وہ شخص مجھے دیکھ کر کانپنے کیوں لگا تھا؟(۱۵)

حمرا خلیق نے واحد متکلم کا استعمال بیانیہ انداز میں کیا ہے۔ حمرا خلیق کے یہاں "مَیں" کا صیغہ جذباتی عنصر لیے ہوئے ہے، وہ بھی عورت کے حق میں بات کرتی ہیں مگر وہ حق ظلم ستم سے نہیں جڑتا بلکہ ازدواجی زندگی سے متعلق ہے۔ عورت کو اپنے حصے کی محبت بھی مانگنی پڑتی ہے اور شوہر کو احساس دلانا پڑتا ہے کہ اس کا وجود بھی کوئی معنی رکھتا ہے اور وہ بھی محبت و توجہ کا حق رکھتی ہے۔ ش فرخ کے یہاں جزئیات کے ساتھ حلیہ نگاری بھی موجود ہے:

"چوکیدار آیا۔ "جی گاڑی آ گئی ہے۔" اوہ۔۔۔ کون آ گیا؟ دیکھا تو سرخ رنگ کی ٹھنڈبرڈ ریسنگ کار سے ٹیک لگائے، پی کیپ پہنے ایک شخص کھڑا تھا۔ میں زارسے ہنسی۔۔۔ وہ میرا ایک اور کزن تھا۔"(۱۶)

حمرا خلیق کے یہاں جزئیات نگاری فینٹسی انداز لیے ہوئے ہے۔ وہ اپنی شادی کی تقریب کو داستان اور فینٹسی انداز میں بیان کرتی ہیں۔ جو کسی پری یا شہزادی کی آمد پر اکثر کہانیوں میں دکھایا جاتا ہے:

"گیٹ پر ایک نہایت سجی ہوئی بگھی آکر رکی، امی اور کچھ دوسری خواتین نے دلہن کو بگھی سے دھیرے دھیرے نیچے اُتارا۔ سرخ غرارے کے کامدار جوڑے میں دلہن نے بگھی سے پاؤں نیچے رکھے۔ نازک نازک پاؤں جن میں پور پور مہندی اور سونے کی پازیبیں ان قدموں نے زمین چھوئی اور جیسے زمین لالہ زار بن گئی۔"(۱۷)

ش فرخ کی نسبت حمرا خلیق کے ہاں انگریزی زبان کے الفاظ کا زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح دونوں نے یہ اشعار اور مصرعے اپنی ذات یا پسند سے متعلق قلمبند کیے ہیں۔ ش فرخ کے یہاں مکالمہ کا انداز چھوٹے چھوٹے جملوں پر مبنی ہے۔ حمرا خلیق کی آپ بیتی میں بھی اس صنف کو برتا گیا ہے، لیکن ان کے یہاں یہ انداز ش فرخ کے مقابلے میں چھوٹے جملوں پر مبنی نہیں ہے:

"اس وقت مجھے ہوش آیا۔ میں تیزی سے اُٹھی اور اسٹیج پر پہنچی۔"(۱۸)

ش فرخ کے یہاں تشبیہات و استعارات کا استعمال بکثرت کیا گیا مگر حمرا خلیق کی آپ بیتی میں شاعرانہ اسلوب بیان ملتا ہے۔ ش فرخ اور حمرا خلیق کے یہاں بھی حقیقت نگاری کی ادبی اصطلاح کا استعمال کیا گیا ہے۔ ش فرخ اپنی ذات سے جوڑی ہر حقیقت کو طنزیہ انداز میں بیان کرتی ہیں:

"اوہو! بھائی ٹھیک کہتا ہے۔ اُس کی عزت کا سوال ہے۔ اُس کے بڑے بڑے زمیندار دوست کیا کہیں گے؟ اُس کی بہن صحافی بن گئی ہے۔"(۱۹)

ش فرخ ایک بے باک اور مضبوط کردار کے طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ۷۰ کی دہائی میں انہوں نے اخبار خواتین جوائن کیا اور ریٹائرمنٹ تک وہ اخبار خواتین سے منسلک رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف میں سیاست کی تلخی، کھرا اور کھرا پن موجود ہے۔ جرنلسٹ ہونے کی وجہ سے ش فرخ نے بہت سے ممالک کے دورے کئے وہ خود بھی سیر و سیاحت کی بہت شوقین تھیں اسی لیے ان کی تحریروں میں سیاح کا تجسس نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ہمیں ایک مورخ بھی دیکھنے کو ملتا ہے، وہ حقیقی زندگی میں بھی نہایت صاف گو تھیں نیز باتوں کو گھما پھرا کر بیان کرنے کی عادی نہیں اور نا ہی ذو معنی الفاظ کا استعمال کرتی ہیں۔ یہ والہانہ اور تلخ انداز تحریر ان کی آپ بیتی " جینے کا جرم " میں بھی ملتا ہے۔ اسلوب بیان کے لحاظ سے آپ بیتی سادہ، سلیس اور سپاٹ انداز میں لکھی گئی ہے۔:

"خود نوشت سوانح میں مصنف کی شخصیت کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی زندگی کے وہ مختلف واقعات جو اس کے ظاہری اور باطنی زندگی کے درمیان کشمکش کا باعث ہوتے ہیں۔"(۲۰)

حمرا خلیق بیٹی ہیں تو نہایت سعادت مند، ماں باپ کے ہر حکم کے سامنے سر جھکانے والی، بیوی بنتی ہیں تو وفا کی پیکر، شوہر کا ہر قدم پر ساتھ دینے والی ہیں اور جب ماں جیسی ہستی سے روشناس ہوتی ہیں تو ان کی ممتا صرف بیٹوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ ان کے دوستوں کو بھی وہ ماں کی طرح پیار کرتی ہیں اور اپنی اولاد سے کم نہیں سمجھتیں۔ حمرا خلیق بڑے سلیقے سے اپنی زندگی کے لمحات کو بیان کرتی ہیں۔

ش فرخ اور حمرا خلیق دو متضاد شخصیات ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں آنے والے ہر اچھے لمحے کو خوشی سے گزارا اور برے واقعات کو برداشت کر کے بھول کر آگے بڑھیں۔ دونوں نے عرش پر بچپن گزارا اور فرش پر لڑکپن و جوانی آئی تو زندگی میں آنے والے اتار چڑھاو کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ دونوں نے خواتین کے لیے اپنی تصانیف میں نہ صرف آواز اُٹھائی اور خود بھی حوصلہ و ہمت سے مسکراتے ہوئے زندگی گزار دی۔

بحیثیت مجموعی اگر دونوں شخصیات کا جائزہ لیں تو ش فرخ اور حمرا خلیق باہمت و حوصلہ مند ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں بہت کچھ دیکھا۔ تقسیم، ہجرت اور جنگ جیسے مناظر آپ بیتیوں میں نمایاں ہیں، اگرچہ دونوں کی شخصیت میں تضاد ہے مگر ان کی زندگیوں کا مطالعہ یہ احساس دلاتا ہے کہ عورت چاہیے لبرل ہو (ش فرخ) یا گھریلو (حمرا خلیق) اسے دونوں صورتوں میں مشکلات سے گزر کر ہی بلند مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

حوالہ جات

1. سلیم اختر، ڈاکٹر، نشان جگر سوختہ، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، ۲۰۰۵ء)، ص ۷
2. تحسین فراقی، ڈاکٹر، عبدالماجد دریا آبادی احوال و آثار، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۳ء)، ص ۴۸۳
3. حمرا خلیق، کہاں کہاں سے گزر گئے، (کراچی: سانجھ پبلیکیشن، ۲۰۱۵ء)، ص ۶۶
4. ش فرُخ، جینے کا جرم، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ص ۶۸، ۶۹
5. سبوحہ خان، حمرا خلیق اور اُن کی یادوں کی کتاب، (کراچی: اشارات پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۳۴۷
6. حمراء خلیق، کہاں کہاں سے گزر گئے، مشمولہ: اہلِ نظر کے تاثرات۔ چار کتابیں، (کرچی: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۱۱۶
7. ش فرُخ، جینے کا جُرم، ص ۵۹
8. کرن سنگھ، کہاں کہاں سے گزر گئے، مشمولہ: اہلِ نظر کے تاثرات۔ چار کتابیں، (کراچی: اشارات پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۳۵۱
9. حمراء خلیق، کہاں کہاں سے گزر گئے، ص ۷۶
   a. وہاج الدین علوی، اُردو میں خود نوشت سوانح فن و تجزیہ، (دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۸۹ء) ص: ۴۱
10. زاہدہ حنا، کچھ فردوس حمرا کے بارے میں، مشمولہ: اہلِ نظر کے تاثرات۔ چار کتابیں، (کراچی: اشارات پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۳۳۵
11. جمیل احمد عدیل، سیاق و سباق، (لاہور: امیر پبلشرز، جلد اول، ۱۹۹۵ء)، ص: ۵۰
12. حمراء خلیق، کہاں کہاں سے گزر گئے، ص ۷۶
13. ش فرُخ، جینے کا جُرم، ص ۷۲
14. ایضاً، ص ۱۰۱
15. ایضاً، ص ۵۲
16. حمرا خلیق، کہاں کہاں سے گزر گئے، ص ۳۰
17. ایضاً، ص ۶۶
18. ش فرُخ، جینے کا جُرم، ص ۷۲
19. مظہر مہدی حسین، بیسویں صدی میں اُردو ادب، (دہلی: ساہتیہ اکادمی ۲۰۰۲ء) ص: ۳۳۵